مولانا محمد زمان ڈیروی فاضل دارالعلوم حقانیہ

بخاری اور دیگر کتب حدیث پر

تمنّا عمادی کے الزامات کی حقیقت

قسط ۲

تو اگر مولانا موصوف اجماع کے خلاف یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں کذب صریح تک موجود ہے تو ہم آپ کو یہ آیت ضرور سنانا چاہتے ہیں :

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له	اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جبکہ کھل چکی
الھدیٰ و یتبع غیر سبیل المومنین	اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں
نوله ما تولیٰ ونصله جھنم وساءت	کے رستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے
مصیرا۔	اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور

ڈالیں گے اسکو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔ (ترجمہ : از شیخ الہندؒ)

پھر خود شیخ الہندؒ حاشیہ میں فرماتے ہیں: اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا کہ اجماع امت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے۔ یعنی اجماعِ امت کو ماننا فرض ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر جس نے جدا راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا۔

ہم علامہ موصوف سے اتنا ضرور عرض کریں گے۔ کہ وہ اپنے علمی وقار کو قائم رکھتے ہوئے اگر ایسا نہ کریں تو بہتر ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری کی صحت میں اس وقت کوئی کلام کرنے کی گنجائش نہیں رہی

باقی محقق موصوف کا یہ کہنا کہ "جب میں صحاح تک کی ہر کتاب میں ایسی حدیثیں دیکھتا ہوں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم پر حرف آتا ہو۔ قرآن مجید کی محفوظیت و لاریبیت پر زد آتی ہو"

اور اسی طرح یہ کہنا کہ "ہر کتاب میں شیعوں کا حصہ رسدی بھی تھا خارجیوں کا بھی اور جبریوں کا بھی"
اس پر محقق موصوف نے اپنے دعویٰ کے ثبوت کیلئے کوئی دلیل پیش نہیں کی محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔
اگر آپ کے پاس کوئی قوی دلیل ہوتی تو ضرور بیان کر دیتے۔

صحیح بخاری پر کمی زیادتی کا الزام اور اس کا جواب

باقی کتاب میں شیعہ یا قدری کی روایت ہونے سے یہ کبھی لازم نہیں آتا کہ اس میں ان کا حصہ بھی تھا۔ البتہ مقالہ نگار نے آخر میں یہ ضرور کہہ دیا کہ "مثلاً باب الافک کی داستان والی لمبی حدیث کے بعد ایک مختصر سی حدیث کے بعد یعنی اس باب کی تیسری حدیث پڑھئے حدثنا ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بن المغیرۃ الجعفی رحمۃ اللہ علیہ۔ فرمایئے کیا یہ امام بخاری کے بعد ان کے کسی شاگرد نے نہیں لکھا ہے۔ یا امام بخاریؒ خود لکھ رہے ہیں"

افسوس کہ علامہ موصوف کو اتنے لمبے چوڑے دعویٰ کیلئے ساری بخاری میں یہی ایک حدیث ملی ہے۔ اور اس سے بھی استدلال بہت کمزور ہے۔

سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم یہ ثابت کر دیں کہ یہ روایت امام بخاریؒ نے خود اپنی کتاب میں رکھی اور اسکی تخریج کی ہے۔ ہم یقینی طور پر کہتے ہیں کہ اس حدیث کی تخریج خود امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں کی ہے نہ کہ کسی شاگرد نے اس میں داخل کر دی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر بخاری شریف کے ہر نسخہ میں یہ اضافہ موجود ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ آپ ذرا بخاری شریف مطبع دار احیاء الکتب العربیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰ کو اٹھا کر دیکھیں اس میں سند اس طرح مذکور ہے — حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل حدثنا ابوعوانہ عن حصین عن ابی وائل قال حدثنی مسروق بن الاجدع قال حدثتنی ام رومان وھی ام عائشۃ۔ الخ

اس میں یہ اضافہ بالکل موجود نہیں اسی طرح آپ عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۲۷۲ اور فتح الباری صفحہ ۳۵۱ ج ۷ اور الکواکب الدراری صفحہ ۶۱ ج ۱۶ نکال کر دیکھیں یہ روایت بعینہٖ مذکورہ بالا سند سے نقل ہے۔ اور اس میں حدثنا ابوعبد اللہ محمد بن اسمٰعیل۔ الخ کا اضافہ نہیں ہے۔ اسیطرح بخاری مطبوعہ اصح المطابع جس میں یہ اضافہ موجود ہے۔ اس کے نیچے بین السطور میں صاف لکھا ہے کہ ولیس ھذا فی اکثر النسخ الموجودۃ۔ (یعنی یہ اضافہ دوسرے اکثر موجودہ نسخوں میں نہیں ہے۔) تو ایسے بہت سے نسخوں سے جن میں یہ اضافہ موجود نہ تھا صرف نظر کر کے ایک ہی نسخہ پر اپنی تحقیق کی بنیاد رکھنا سوء باطن اور تعصب والحاد کا بیّن ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ مزید تائید کے لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ

یہ حدیث خود امام بخاریؒ کے پیشِ نظر تھی اور آپ نے ہی اس کا استخراج کیا۔ کیونکہ فتح الباری صفحہ ۲۵۲ ج ۷ اور عمدۃ القاری صفحہ ۲۷۵ ج ۸ میں ام رومانؓ اور مسروقؒ وغیرہما پر لمبے چوڑے بحث کے بعد یہ جملہ نقل ہے فرماتے ہیں:

واخرج البخاری ہذا الحدیث بناء علیٰ ظاہر الاتصال ولم یظہر لہ علیہ۔ انتہی	امام بخاریؒ نے اس حدیث کی تخریج متصل ہونے کی وجہ سے کی ہے۔ اور آپ کو اس میں کوئی خرابی معلوم نہ ہوئی۔

اسی طرح علامہ ابن حجرؒ فتح الباری صفحہ ۳۵۲ پر یہ بھی نقل کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وذکر الزبیر بن بکار بسند منقطع فیہ ضعف ان ام رومان ماتت سنۃ ست فی ذی الحجۃ وقد اشار البخاری الی رد ذلک فی تاریخہ الاوسط والصغیر فقال بعد ان ذکر ام رومان فی فصل من مات فی خلافۃ عثمان روی عن علی بن یزید عن القاسم قال ماتت ام رومان فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ ست قال البخاری وفیہ نظر وحدیث مسروق اسند ای اقوی اسنادا وابین اتصالا۔	اور زبیر بن بکار نے ایک منقطع سند جس میں ضعف تھا۔ یہ ذکر کیا ہے کہ ام رومانؓ کی وفات ۶ھ ذی الحجہ میں ہوئی۔ اور امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں اس کے رد کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تو آپ نے ام رومان کا ذکر ان لوگوں میں جو خلافتِ عثمانؓ میں وفات پا چکے ہیں ذکر کرنے کے بعد علی بن یزید سے جو قاسم سے روایت کرتے ہیں یہ نقل کیا ہے۔ کہ ام رومان کی وفات ۶ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی تو اس پر امام بخاریؒ نے فرمایا کہ اس میں نظر ہے اور فرمایا کہ مسروق کی حدیث سند کے لحاظ سے زیادہ مضبوط اور اتصال کے لحاظ سے زیادہ واضح ہے۔

تو اب ذرا غور فرمادیں کہ اگر امام بخاریؒ کے پیش نظر یہ حدیث نہ تھی تو یہ کیوں فرمایا کہ حدیث مسروق زیادہ قوی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث آپ کی نظر میں تھی اور اسکو قوی سمجھ کر اپنی کتاب میں داخل کیا۔ اور پہلی دلیل تو اس پر صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ خود امام بخاریؒ نے اسکی تخریج کی ہے۔

ہاں اس سے ہمیں انکار نہیں کہ اس وقت کے بعض طبع شدہ نسخوں میں یہ اضافہ موجود ہے۔ لیکن اس سے یہ کیا لازم ہوتا ہے کہ بخاری کے شاگرد نے یہ روایت داخل کر دی ہے۔ اور اگر فی الواقع

ایسا ہوتا تو پھر چاہیئے تھا کہ سب نسخ بخاری میں یہ اضافہ موجود ہوتا کیونکہ مطبوعہ نسخے سب بخاری کے شاگرد کے زمانہ کے بعد طبع ہوئے ہیں۔ اور اسی نسخہ سے نقل کئے گئے۔ حالانکہ ہم نے آپ کے سامنے تین چار کتب کے حوالے صفحات کے ساتھ پیش کر دیئے۔

بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی دوسرا نسخہ بھی نہیں ہے۔ صرف کاتبین کی غلطی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی دوسرا نسخہ ہوتا یا شارحین علامہ ابن حجر اور بدر الدین العینی کے زمانہ میں اس قسم کے نسخے موجود ہوتے تو وہ اپنی عادت کے مطابق اس پر ضرور کچھ لکھ دیتے، جیسا کہ وہ نسخ مختلفہ کا ذکر اپنی کتب میں کر دیتے ہیں۔

تو مولانا موصوف جیسے شخص کیلئے جس کی نظر میں مختلف قسم کی کتابیں اور مختلف نسخے موجود ہوتے ہیں، اس قسم کی داد تحقیق دینا بڑی نازیبا حرکت ہے۔ مندرجہ بالا کتب کو علامہ موصوف خود اٹھا کر دیکھیں کہ کیا ان میں اس اضافہ کے ساتھ سند موجود ہے یا نہیں۔ اگر نہیں، تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی معاند نے عناد کی وجہ سے یا کاتبین نے غلطی سے اسکو سند میں ٹھونس دیا۔ اور ایسی غلطیوں کا ہونا کوئی نئی بات نہیں۔ آجکل کاتبین سے کلام اللہ (قرآن مجید) کی کتابت میں زمین و آسمان کی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ تو ایک شخص وہ نسخہ قرآن شریف جس میں یہ غلطی پائی گئی اٹھا کر یہ کیسے کہہ سکتا ہے۔ کہ اس میں بعد کے لوگوں نے کمی بیشی کی ہے۔ اس لئے وہ قابل اعتبار نہیں (معاذ اللہ) ایسے شخص کو سب پاگل اور بیوقوف سمجھ کر اسکی بات کی پرواہ نہیں کرتے۔ نیز کلام اللہ کی حفاظت کی ذمہ داری تو خود ذات خداوندی نے لی ہے۔ اسی طرح اگر حدیث کی کتابوں میں رد و بدل کی جائے تو انشاء اللہ ایسے محدثین ضرور موجود ہیں کہ وہ یہ بتا دیں گے کہ حدیث صحیح یہ ہے۔ اور اسکی سند صحیح یہ ہے۔ اور فلاں نسخہ صحیح میں ذکر ہے — تو کسی نسخے میں غلطی کا پایا جانا اس کتاب میں کذب صریح موجود ہونے کو مستلزم نہیں صحیح نسخوں سے اس غلطی کی تلافی کی جا سکتی ہے۔

کیا امام بخاریؒ اپنی کتاب تکمیل تک نہیں پہنچا سکے؟

اسی طرح علامہ موصوف نے اپنے اس قول کہ امام بخاریؒ اپنی کتاب تکمیل تک نہیں پہنچا سکے تھے۔ مسودہ ہی چھوڑ کر راہی جنت ہو گئے۔ وہ زمانہ اقبال کا تھا شیعہ سنی کا بٹوارہ نہیں ہوا تھا۔ قدریہ، جبریہ، خارجی سب فرقے ملے جلے تھے اس لئے ہر کتاب میں شیعوں کا حصہ رسدی بھی تھا۔ خارجیوں کا بھی اور قدریوں اور جبریوں کا بھی " کیلئے سرے سے کوئی دلیل ہی پیش نہیں کی جس کی مخالفت ہم ظاہر کرتے — لیکن پھر بھی ہم چند اقوال اس بات پر پیش

کرتے ہیں کہ مصنف نے اپنی کتاب تکمیل تک پہنچائی۔ اس کے مقابلہ میں اگر کسی مرجوح قول میں یہ ذکر ہو کہ وہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ مقدمہ فتح الباری ص ۸ اور ص ۴۹۱ میں مندرجہ ذیل قول نقل کر رہے ہیں:

وقال ابوجعفر محمود بن عمرو العقیلی لما صنف البخاری کتاب الصحیح عرضه علی احمد بن حنبل ویحیی بن معین وعلی بن المدینی وغیرهم فاستحسنوه وشهدوا له بالصحة الا فی اربعة احادیث قال العقیلی والقول فیها قول البخاری وهی صحیحة۔

ابوجعفر محمود بن عمرو العقیلی فرماتے ہیں کہ جب امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کو تصنیف کیا تو اسکو احمد بن حنبل یحیی بن معین اور علی بن المدینی پر پیش کیا تو انہوں نے اسکی بہت تعریف کی اور چار احادیث کے علاوہ اسکی صحت کی شہادت بھی دے دی۔ امام عقیلی فرماتے ہیں کہ ان چار احادیث میں امام بخاری کا قول معتبر ہے یعنی وہ صحیح ہیں۔

اسی طرح ص ۴۸۱ پر رقمطراز ہیں:

قال محمد بن ابی حاتم الوراق سمعت محمد بن اسمعیل یقول لو نشر بعض استاذی هؤلاء لم یفهموا کیف صنفت البخاری ولا عرفوه ثم قال صنفته ثلاث مرات۔

محمد بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ کو یہ کہتے سنا کہ اگر ان لوگوں پر حقیقت کھل جائے کہ میں نے بخاری کس طرح تالیف کی تو متحیر ہو کر رہ جائیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے صحیح بخاری کو تین مرتبہ تصنیف وتالیف کی شکل دی۔

پھر فرماتے ہیں:

قال وراق قلت له تحفظ جمیع ما ادخلت فی مصنفاتك فقال لا یخفی علی جمیع ما فیها وصنفت جمیع کتبی ثلاث مرات۔

محمد بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ سے میں نے عرض کیا کہ وہ چیز جو آپ نے اپنی تصنیفات میں داخل کی ہیں وہ آپکو یاد ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان سب چیزوں میں کوئی چیز مجھ پر مخفی نہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے ہر کتاب کو تین مرتبہ تصنیف کیا ہے۔

اسی طرح علامہ کوثریؒ نے شروط الائمۃ کے مقدمہ ص ۵ پر لکھا ہے:

ولد بجارى سنة اربع وتسعین

علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی

ومائة وارتحل لطلب الحديث وتنقل في البلاد وابتداء تراجم ابواب الجامع الصحيح بالحرم الشريف ولبث في تصنيفه ست عشرة سنة بالبصرة وغيرها حتى اتمه ببخارى ومات بخرتنك قرب سمرقند سنة ست وخمسين ومائتين۔

پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی اور آپ نے حدیث کے طلب کرنے میں بہت سے شہروں کے سفر کئے اور آپ نے اپنی کتاب کے تراجم کی ابتداء حرم شریف میں کی اور صحیح بخاری کی تصنیف کے دوران سولہ سال تک آپ مختلف شہروں یعنی بصرہ وغیرہ میں رہے۔ یہاں تک کہ اسکو شہر بخاری میں ختم کر دیا اور آپ کی وفات ۲۵۶ھ میں خرتنک میں ہوئی جو سمرقند کے قریب ہے۔

کیا مذکورہ دلائل سے واضح طور پر ثابت نہیں ہو رہا۔ کہ مصنف اپنی زندگی میں اسکی تالیف و تکمیل سے فارغ ہو چکے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ نے تو بخاری شریف سمیت اپنی ہر تصنیف کی دو تین مرتبہ نظر ثانی اور تصحیح کی ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ کتاب ختم تو نہ ہو اور بڑے بڑے آئمہ کی خدمت میں اسکو تصدیق کیلئے پیش کر دیا جاتا اور وہ اس پر مہر تصدیق و تصویب بھی ثبت فرما دیں۔

مرجوح روایت کی حقیقت

باقی اس بارہ میں وہ مرجوح روایت جس سے تمنا عمادی اثبات مدعی کر سکتے ہیں۔ نقل کرنے کے بعد ہم اس کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ ابوالولید الباجیؒ ابواسحق المستملی سے نقل کرتے ہیں۔ کہ:

انتسخت البخاري من اصله الذي كان عند صاحبه محمد بن يوسف الفربري فرائيت فيه اشياء لم تتم واشياء مبيضة منها تراجم لم يثبت بعدها شيا - الخ

ابواسحق المستملی فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کو نقل کیا۔ اس اصل سے جو امام بخاریؒ کے شاگرد محمد بن یوسف فربری کے ساتھ موجود تھا۔ تو میں نے اس میں بعض ایسی چیزیں دیکھیں جو پوری نہ تھیں اور بعض ایسے تراجم تھے جنکا ذکر نہ تھا۔

تو اس کا جواب ملا چلپیؒ نے کشف الظنون صـ ۳۶۳ پر دیا ہے۔ بحث اس نے طویل کی ہے۔ یہ اس کا اقتباس ہے۔ فرماتے ہیں:

وفي قول الباجي نظر من حيث

یعنی ابوالولید الباجی کے قول میں نظر ہے۔

ان الكتاب قرئ على مؤلفه ولا ريب انه لم يقرء عليه الا مرتبا مبوبا فالعبرة بالرواية ـ الخ

(یعنی صحیح معلوم نہیں ہوتا) اس لئے کہ کتاب جامع صحیح مصنف پر بار بار پڑھی گئی اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ کتاب نہیں پڑھی جاتی مگر مبوب اور مرتب (یعنی جب ترتیب کتاب نہ ہو تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مصنف پر کتاب پڑھی گئی) تو لا محالہ اعتبار روایت ہی کا ہوگا۔

اور علامہ ابن حجرؒ نے بھی مقدمہ فتح الباری ص۱۲ میں اسطرف اشارہ کر دیا۔ فرماتے ہیں:

وربما اكتفى احيانا بلفظ الترجمة التي هي لفظ حديث لم يصح على شرطه واورد معها اثرا او آية فكانه يقول لم يصح في الباب شيء على شرطي وللغفلة عن هذه المقاصد الدقيقة اعتقد من لم يمعن النظر انه ترك الكتاب بلا تبييض ـ

یعنی امام بخاریؒ بعض وقت ایسے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو الفاظ حدیث ہوتے ہیں۔ لیکن وہ حدیث آپکی شرط پر نہیں ہوتی اور پھر اس کے ساتھ کوئی اثر یا آیت قرآنی ذکر کرتے ہیں۔ گویا ان کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ اس باب میں میری شرط پر کوئی حدیث نہیں۔ لیکن ان دقیق اور باریک مقاصد سے غفلت کی وجہ سے بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ آپ نے کتاب کو تمام کرنے سے پہلے چھوڑ دیا تھا۔

تو معلوم ہوا کہ مصنف نے کتاب کو ضرور پورا کیا تھا۔ اور شاگردوں نے آپ کو بار بار سنائی لیکن بعض دقیق مقاصد کی وجہ سے جب مصنف نے اغلاق و ابہام وغیرہ سے کام لیا تو اس نے بعض لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر دیے کہ آپ کتاب کو ختم کرنے سے پہلے راہیٔ جنت ہو گئے۔

—— باقی آئندہ ——

بقیہ: دیار محبوب

کیونکہ طب نبویؐ سے وہ سعادتمند مستفید ہو سکتے ہیں۔ جو اس کو قبول کر کے شفایابی کا عقیدہ اور اس پر مکمل ایمان و یقین رکھتے ہوں۔ جیسا کہ قرآن مجید جو (شفاء لما فی الصدور) دل کی بیماریوں کو شفا دینے والی دوا ہے۔ حالانکہ منافق لوگ اس مقدس کتاب سے ضد و عناد رکھنے کی وجہ سے اپنے نفاق و کفر میں مزید بڑھتے رہتے ہیں۔ طب نبویؐ سے طب ابدان کی کیا مناسبت طب نبویؐ تو طیب و طاہر ابدان سے وابستہ ہے۔ جیسا کہ قرآنی شفا پاکیزہ ارواح اور زندہ دلوں سے متعلق ہے۔ پس طب نبویؐ سے بعض لوگوں کا اعراض ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآنی شفا (جو نفع بخش شفا ہے) سے اعراض اور لوگوں کا یہ انحراف اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ دوائی کی نفع رسانی میں قصور ہے۔ بلکہ ان لوگوں کی قلبی خباثت اور حق سے انحراف شفایابی میں حائل ہے۔